وسیم اختر مفتی

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

[''سیر وسوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت ابوعبیدہ کا اصل نام عامر اور ان کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ جابر بن عبدالعزیٰ کی پوتی امیمہ بنت غنم ان کی والدہ تھیں۔ جراح بن ہلال دادا اور فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ان کے جد امجد تھے جن کے نام پر ان کا قبیلہ بنوفہر کہلایا، یہ قریش ہی کی ایک شاخ تھی۔ وہ اپنی کنیت ابوعبیدہ اور دادا جراح کی نسبت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ مصعب زبیری کے اس اصرار کو کہ جراح ان کے دادا نہیں بلکہ والد تھے عام مؤرخین نے نہیں مانا۔ آمد اسلام کے بعد ان کے والد عبداللہ نے دشمنان اسلام کا بھرپور ساتھ دیا اور جنگ بدر میں اہل ایمان کے خلاف لڑتے ہوئے اپنے ہی بیٹے ابوعبیدہ کے ہاتھوں قتل ہوئے جب کہ والدہ امیمہ نے اسلام قبول کر لیا اور صحابیات میں شامل ہوئیں۔ واقدی کا کہنا ہے، ان کے والد آمد اسلام سے قبل ہی وفات پا چکے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہم سن تھے۔ قبول اسلام کے وقت ان کی عمر ۲۸ برس تھی۔ سیدنا ابوبکر اسلام کی طرف سبقت کرنے والے پہلے مرد تھے۔ اپنے ایمان لانے کے دوسرے ہی روز انھوں نے ابوعبیدہ کو دین ہدایت قبول کرنے کی دعوت دی تو انھوں نے فوراً لبیک کہا۔ عثمان بن مظعون اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بھی اسی وقت نعمت اسلام سے سرفراز ہوئے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں منتقل نہ ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر ہی اپنے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والے افراد، ابوعبیدہ، عبدالرحمان بن عوف، عثمان بن مظعون اور ارقم

بن ابی ارقم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے۔ اس بارے میں واقدی کا بیان مختلف ہے، وہ کہتے ہیں، عثمان بن مظعون، عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب، عبدالرحمان بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ابوعبیدہ بن جراح خود چل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور احکام شرعیہ سے آگاہ فرمایا تو یہ سب بیک وقت مسلمان ہوئے۔ (تہذیب الکمال) ابوعبیدہ کا شمار السابقون الاولون (سورۂ توبہ:۱۰۰) میں ہوتا ہے۔ مکہ کے ابتدائی اسلامی دور میں انھیں بھی مشرکوں کی ایذائیں سہنا پڑیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حبشہ کو ہجرت کرنے والے مہاجرین کے دوسرے گروپ میں شامل ہوئے پھر ہجرت مدینہ سے قبل مکہ لوٹ آئے (ابن ہشام، ابن سعد)۔ ابن عقبہ اور چند دوسرے اہل تاریخ کا کہنا ہے، ابوعبیدہ حبشہ نہ گئے بلکہ مکہ ہی میں رہ کر کفار کی اذیتیں برداشت کیں۔ ہجرت مدینہ کا موقع آیا تو ابوعبیدہ بن جراح باقی اہل ایمان کے ساتھ مدینہ پہنچے اور کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کو باہم بھائی بھائی قرار دیا تو ابوطلحہ انصاری ابوعبیدہ کے انصاری بھائی قرار پائے۔ دوسری روایتوں کے مطابق آپ نے ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم، بنواشہل کے سعد بن معاذ (ابن اسحاق) یا محمد بن مسلمہ (تاریخ دمشق) سے ان کی مواخات قائم فرمائی۔

ابوعبیدہ ان ۱۰ جلیل القدر صحابہ میں سے ایک تھے جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ انس بن مالک کی روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ ہماری اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔'' ایک بار نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی، ابوالقاسم! اپنے صحابہ میں سے کسی امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیں (تاکہ وہ کچھ مالی جھگڑے نمٹانے میں ہماری مدد کرے)۔ آپ نے فرمایا، (شام کے وقت آئیں) ''میں آپ کی طرف ایک امانت دار شخص کو بھیجوں گا جو سچا اور پکا امین ہے۔'' (حضرت عمر بیان کرتے ہیں، میں مقررہ وقت سے پہلے مسجد میں پہنچ گیا۔ مجھے کبھی کوئی منصب پانے کی اتنی تمنا نہ ہوئی تھی جتنی اس دن تھی کیونکہ میں آپ کی بیان کردہ صفات کا حامل بننا چاہتا تھا۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں دیکھنے لگے۔ میں آپ کے آگے آگے ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن) آپ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا (اور فرمایا، ان کے ساتھ جاؤ اور ان کے باہمی اختلافات میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ میں نے سوچا یہ فضیلت تو ابوعبیدہ لے گئے)۔ اسی طرح اہل یمن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر درخواست کی، ہمارے ساتھ ایسا آدمی بھیجیں ہو

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہمیں سنت واسلام سکھائے۔تب بھی آپ نے ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا''یہ اس امت کے امین ہیں۔''

حضرت ابوعبیدہ بن جراح بڑے دلیر اور قوی تھے۔تمام غزوات میں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔جنگ بدر میں انھوں نے بڑی جواں مردی دکھائی،تب ان کی عمر ۴۱ برس تھی۔کفار قریش ان سے خوف زدہ تھے اور جنگ میں ان سے بچنے کی کوشش کرتے رہے۔حضرت ابوعبیدہ بھی ایک شخص پر وار کرنے سے پرہیز کرتے رہے لیکن وہ بار بار ان کے سامنے آ جاتا۔یہ ان کا باپ عبداللہ بن جراح تھا۔جب اس نے جنگ میں ابوعبیدہ کی حرکت مسدود کر دی تو انھوں نے تلوار چلا کر اس کا سر قلم کر دیا۔

جنگ احد کی ابتدا میں اہل ایمان کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور ان میں سے بیشتر تتر بتر ہو گئے۔مشرکین آپ پر حملہ کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ان میں سے ایک چلا رہا تھا،مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتاؤ،مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان کراؤ۔ابوعبیدہ ان ۱۰(یا ۱۴)فدا کار صحابہ میں شامل تھے جنھوں نے آپ کا دفاع کیا۔ان جاں نثاروں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور آپ کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے سینوں پر روکنے کے لیے تیار ہو گئے۔اس جنگ میں آپ کا ایک دانت شہید ہوا اور جبین مبارک پر زخم آیا۔کفار نے آپ کے چہرے پر تیر اندازی کی جس سے زرہ کے دو حلقے رخسار مبارک میں دھنس گئے۔حضرت ابوبکر بیان کرتے ہیں،یہ دیکھ کر میں آپ کی طرف لپکا ہی تھا کہ ایک شخص مشرق کی جانب سے اڑتا ہوا آیا۔یہ ابوعبیدہ بن جراح تھے جو مجھ سے پہلے آپ تک پہنچ گئے۔انھوں نے کہا،ابوبکر!میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سے یہ کڑے مجھے نکالنے دیں۔پھر اس ڈر سے کہ اس کوشش میں آپ مزید زخم نہ آ جائے انھوں نے اپنے دانت ان میں سے ایک کڑے پر جمائے اور اسے زور سے کھینچ باہر کیا۔اس تگ ودو میں وہ پیٹھ کے بل جا پڑے اور ان کا اپنا دانت ٹوٹ گیا۔اب انھوں نے دوسرے کڑے کو لیا اور اسے بھی زور لگا کر کھینچ لیا۔اس بار ان کا دوسرا دانت بھی جاتا رہا۔سیدنا ابوبکر ان کا ایثار دیکھ کر دنگ رہ گئے اور کہا،ابوعبیدہ بوڑوں(ٹوٹے ہوئے دانت والوں)میں سے بہترین ہیں۔

ربیع الثانی ۶ھ میں آپ نے محمد بن مسلمہ کو ۱۰۰ افراد دے کر مدینہ سے ۲۴ میل دور بنوثعلبہ اور بنوعوال کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ان قبائل کے تیراندازوں نے پورا دستہ شہید کر ڈالا،صرف محمد بن مسلمہ بچ پائے۔وہ زخموں سے چور چور پڑے تھے کہ ایک راہ گزرتے مسلمان نے اٹھا کر مدینہ پہنچایا۔نبی اکرم نے حملہ آوروں کی خبر لینے کے لیے فوراً ابوعبیدہ کو بھیجا لیکن وہ منتشر ہو چکے تھے۔پھر آپ نے ابوعبیدہ کو ۴۰ اشخاص کے ہم راہ ذوالقصہ بھیجا جہاں بنومحارب،بنوثعلبہ اور بنوانمار مدینہ پر غارت گری کے ارادہ سے جمع تھے۔ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے علی الصباح ان پر چھاپا مارا تو یہ

پہاڑوں میں منتشر ہونے پر مجبور ہو گئے۔ محض ایک شخص ان کے ہاتھ آیا، اس نے اسلام قبول کر لیا اور چھوٹ گیا۔

۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی، ابوعبیدہ معاہدۂ صلح کی دستاویز پر بطور گواہ دستخط کرنے والے ۷ کبار صحابہ میں سے ایک تھے۔

جمادی الثانیہ ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کو ۳۰۰ افراد کا دستہ دے کر شام کے پہاڑی علاقوں بلی و عذرہ کی طرف بھیجا۔ وہاں بنو قضاعہ کے لوگ مسلمانوں پر حملہ کی نیت سے جمع تھے۔ عمرو کی سپاہ چھپتے چھپاتے پہنچی تو دیکھا کہ ایک بڑا لشکر جمع ہے چنانچہ انھوں نے کمک طلب کر لی۔ آپ نے مدینہ میں رضا کار (volunteers) مانگے تو ۲۰۰ صحابہ جانے پر تیار ہو گئے، حضرت ابوبکر و عمر نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ آپ نے ابوعبیدہ کو امیر جیش مقرر کیا اور انھیں نصیحت فرمائی، عمرو اور تم آپس میں مت جھگڑنا۔ وہاں پہنچ کر ابوعبیدہ نے مشترکہ لشکر کی کمان لینا چاہی تو عمرو نہ مانے حالانکہ مغیرہ بن شعبہ نے ان سے کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ کو ہمارا امیر مقرر کیا ہے۔ ابوعبیدہ نے فرمان نبوی پر عمل کرتے ہوئے کہا، اگر تو میری بات نہیں مانتا تو میں تیری اطاعت کر لیتا ہوں اس طرح انھوں نے عمرو کی متابعت (subordination) قبول کر لی۔ دشمن کی فوج مشکل سے گھنٹا بھر لڑی اور منتشر ہو گئی۔ اس جنگ کا نام سریۂ ذات سلاسل ہے کیونکہ اس جگہ پر سلسل نامی کنواں تھا۔ دوسری وجۂ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ غنیم نے اپنے سپاہیوں کو فرار سے روکنے کے لیے زنجیروں (سلسلوں) سے باندھ رکھا تھا۔

رجب ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح کو ساحل سمندر پر آباد قبیلۂ جہینہ کی مہم پر روانہ کیا۔ ۳۰۰ مہاجرین و انصار کا سریہ (دستۂ سپاہ) جس میں سیدنا عمر بن خطاب بھی تھے، ان کے ہم راہ تھا۔ لشکر کا زاد راہ راستے ہی میں ختم ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہ نے تمام سپاہیوں کا بچا کھچا توشہ اکٹھا کیا۔ مشکل سے کھجوروں کی دو تھیلیاں جمع ہوئیں۔ وہ ہر شخص کو ایک ایک کھجور دیتے رہے جسے چوس کر وہ پانی پی لیتا۔ کھجوریں بھی ختم ہوئیں تو اہل سپاہ درختوں کے پتے توڑ توڑ کر پھانکتے اور پانی نوش کرتے۔ اس طرح اس دستے کا نام ہی جیش الخبط (پتے جھاڑنے والی فوج) پڑ گیا۔ آخر کار انھیں ساحل سمندر پر ایک ٹیلے جتنا بڑا مچھلی نما جانور عنبر ملا۔ ابوعبیدہ نے اپنے سپاہیوں سے کہا، یہ مردار ہے، اسے نہ کھاؤ پھر خود ہی کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج اللہ کی راہ میں کھانے سے ناچار ہو گئی ہے۔ اس فوج نے اگلے ۱۸ دن عنبر ہی سے اپنا پیٹ بھرا، انھوں نے اس کا تیل نکالا اور گوشت سکھا کر کھایا۔ بارگاہ رسالت میں واپس پہنچے تو سوال ہوا، اتنی دیر کیوں لگی؟ بتایا، ہم قریش کے قافلوں کا پیچھا کر رہے تھے۔ جب عنبر کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا، یہ رزق تھا جو تمھیں اللہ کی طرف سے عطا ہوا، کیا اس میں سے کچھ بچا ہے؟ اس

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

جنگ کو سریۂ سیف البحر (ساحل سمندر والی جنگ) یا سریۂ ابوعبیدہ کہا جاتا ہے۔

رمضان ۸ ھ میں ابوعبیدہ بن جراح غزوۂ فتح مکہ میں شریک ہوئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پیادہ دستے کی کمان سپرد فرمائی جو شہر میں داخلہ کے وقت آپ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ ۸ ھ میں آپ نے ان کو تبلیغ اسلام کے لیے نصاریٰ کے ایک وفد کے ساتھ نجران بھیجا۔ یہی وہ موقع تھا جب آپ نے انھیں امین امت کے لقب سے نوازا۔ ۹ ھ ہی میں وہ جزیہ کی وصولی کے لیے بحرین گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علا بن حضرمی کو عامل مقرر کر رکھا تھا۔ سیدنا ابوعبیدہ فجر کی نماز کے وقت واپس پہنچے تو انصار جمع ہو گئے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا، ''تم نے سن لیا ہے، ابوعبیدہ کچھ لے کر آیا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تمھاری محتاجی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں کہ تم پر پہلی امتوں کی طرح دنیا کشادہ کر دی جائے گی پھر تم اس کے پیچھے بھاگ کر ویسے ہی ہلاک ہو جاؤ گے جیسے پہلی قومیں ہوئی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اہل ایمان خلیفۂ اول کا انتخاب کرنے کے لیے سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ اس موقع پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح بھی موجود تھے۔ تب انصار و مہاجرین میں نزاع پیدا ہوا۔ انصار مدینہ نے اپنی قربانیوں کا حوالہ دے کر خلافت پر اپنا حق جتایا جب کہ مہاجرین نے اپنی سبقت و ہجرت کو استحقاق کے طور پر پیش کیا۔ حضرات ابوبکر و عمر انصار کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے، ایک موقع پر شور و شغب بڑھ گیا تو ابوعبیدہ نے اٹھ کر کہا، اے گروہ انصار! تم نے سب سے پہلے دست اعانت بڑھایا تھا، اب افتراق و اختلاف میں پہل نہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں قریش کا حق حکم رانی ثابت ہو گیا تو حضرت ابوبکر نے اہل ایمان سے درخواست کی کہ عمر بن خطاب یا ابوعبیدہ بن جراح میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ ادھر سیدنا عمر نے ابوعبیدہ سے کہا، اپنا ہاتھ بڑھاؤ، میں تمھاری بیعت کر لیتا ہوں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن رکھا ہے، ''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ ہے۔'' ابوعبیدہ نے جواب دیا، میں اس شخص سے کس طرح آگے بڑھ سکتا ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز کی امامت کے لیے مامور فرمایا اور آپ کی وفات تک اس کے علاوہ کسی نے نماز نہ پڑھائی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کی تدفین کا مرحلہ آیا تو دو آدمیوں کے نام سامنے آئے۔ سیدنا ابوعبیدہ جو اہل مکہ کی طرز پر سیدھی قبر کھودتے تھے اور زید بن سہل جو مدینہ میں مروجہ لحد بنانے میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے دونوں کو بلایا اور کہا، جو پہلے مل گیا اسی سے تربت مبارک کھدوالی جائے گی۔ اتفاق سے ابوطلحہ (زید) پہلے آ گئے اور

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

انھوں نے یہ فریضہ انجام دیا۔

حضرت ابوعبیدہ خلیفۂ اول کے بہترین خیر خواہ اور معاون ثابت ہوئے۔ اپنی خلافت کے اگلے روز سیدنا ابوبکر کندھے پر کپڑے کے تھان رکھ کر بیچنے نکلے۔ راستے میں سیدنا عمر ملے اور کہا، آپ کے کندھوں پر مسلمانوں کی سرداری کا بار آن پڑا ہے۔ یہ کام اس کے ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ چلیے، ناظم بیت المال ابوعبیدہ سے مل کر بات کرتے ہیں۔ ابوعبیدہ نے کہا، ہم آپ کے لیے ایک عام مہاجر کی آمدنی کے بقدر وظیفہ معین کر دیتے ہیں۔ اس طرح سیدنا ابوبکر کے لیے ۴ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ ۱۳ھ کے آغاز میں حضرت ابوبکر نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو ۷ ہزار کا لشکر دے کر شام کے جہاد پر روانہ کیا اور حمص فتح کرنے کا حکم دیا۔ خلیفۂ اول کچھ دور پیدل ان کے ساتھ گئے۔ ابوعبیدہ یرموک سے گزرے، انھوں نے ایک پرانے شہر بُصری کا محاصرہ کیا۔ جزیہ وصول کرنے کی شرط پر صلح کی اور دمشق کی طرف بڑھے۔ وہاں قیصر روم سے مقابلہ درپیش تھا۔ پہلے اجنادین کی جنگ ہوئی جس میں ابوعبیدہ اور خالد بن ولید دونوں شریک ہوئے۔ رومیوں کو اس میں شکست فاش ہوئی۔ ۱۳ھ میں اسلامی افواج نے دمشق کا محاصرہ کیا، اسی محاصرے کے دوران میں ۲۲ جمادی الثانی کو حضرت ابوبکر کی وفات ہو گئی۔ ابتدائے عہد فاروقی (۱۴ھ) میں جب کہ محاصرہ جاری تھا، خالد بن ولید کمند کے ذریعے فصیل پھلانگ کر شہر میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ کھول دیا۔ ابوعبیدہ بن جراح نے جو تیار فوج لے کر باہر کھڑے تھے اچانک شہر پر دھاوا بول دیا۔ رومیوں نے شکست ہوتے دیکھی تو باقی دروازے بھی کھول دیے اور اطاعت تسلیم کر لی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رجب ۱۳ھ میں زمام خلافت سنبھالتے ہی سیدنا عمر بن خطاب نے حضرت خالد بن ولید کو کمانڈر ان چیف کے عہدے سے معزول کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ شام کے سالار اعظم مقرر ہوئے۔ انھی کی سربراہی میں یرموک فتح ہوا اور بے شمار فتوحات ہوئیں، ان کی اعلیٰ کارکردگی سے ثابت ہو گیا کہ وہ بحیثیت جرنیل خالد سے کسی طرح کم نہیں۔ ابوعبیدہ نے یزید بن ابوسفیان کو فلسطین، شرحبیل بن حسنہ کو اردن، خالد بن ولید کو دمشق اور حبیب بن مسلمہ کو حمص کے کمانڈر مقرر کر رکھا تھا، اسی لیے انھیں امیر الامرا (کمانڈر ان چیف) بھی کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ نے فحل میں جمع ہونے والی رومی فوج کو شکست سے دوچار کیا۔ مرج الروم فتح کرنے کے بعد حمص کا رخ کیا۔ سخت سردی کے باوجود ابوعبیدہ نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ رومی ایک گرم ملک سے آئے ہوئے حملہ آوروں کو جاڑے کی مار دینا چاہتے تھے اس لیے قلعہ بند ہو گئے۔ ان کی توقع کے برعکس اسلامی فوج پورا موسم سرما ٹھنڈ میں پڑی محاصرے پر ڈٹی رہی تو وہ مایوس ہو گئے۔ اس لیے بہار کا موسم شروع ہوتے ہی جزیہ ادا کرنے کی شرط قبول کر کے صلح کر لی۔ یہاں

سے فارغ ہوکر ابوعبیدہ لاذقیہ گئے اور ایک مختصر جنگ کے بعد اسے فتح کیا۔ انھوں نے ایرانی پاے سلطنت پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن حضرت عمر نے اجازت نہ دی۔ ابوعبیدہ حمص واپس آ گئے اور یرموک کا معرکہ پیش آنے تک وہیں رہے۔ ادھر رومی شکست پر شکست کھا کر انطاکیہ آئے اور شاہ روم ہرقل سے فریاد کی، مسلسل پیش قدمی کرنے والے عربوں کو روکا جائے۔ شاہ نے جملہ اطراف سلطنت سے فوجیں طلب کر لیں تو ابوعبیدہ باہمی مشورے سے دمشق روانہ ہوئے۔ حمص خالی کرتے ہوئے انھوں نے وصول کردہ جزیے کی تمام رقم شہریوں کو واپس کر دی کیونکہ طے شدہ شرائط کے علی الرغم وہ مقبوضہ شہر کو بے حفاظت چھوڑ کر جا رہے تھے۔ جب اسلامی دریاے یرموک پر صف آرا ہو گئیں اور جنگ شروع ہو گئی تب مدینہ سے کمک پہنچی۔ ہرقل کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، وہ شام کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر قسطنطینیہ روانہ ہو گیا۔ ابوعبیدہ نے حذیفہ بن یمان کے ہاتھ نامۂ فتح مدینہ ارسال کیا۔ یرموک کے بعد قنسرین، حلب اور انطاکیہ فتح ہوئے اور ابوعبیدہ بن جراح بیت المقدس پہنچ گئے جہاں عمرو بن عاص محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ بیت المقدس کے پادری نے اصرار کیا، خلیفۂ مسلمین خود آئیں تو کنجیاں ان کے حوالے کی جائیں گی تو عمر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ یہ ان کا شام و فلسطین کی طرف یہ پہلا سفر تھا۔ جابیہ میں یزید بن ابوسفیان، ابوعبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید نے ان کا استقبال کیا۔ تینوں جرنیل ریشمی قبائیں پہنے ہوئے تھے، عمر ان کو دیکھتے ہی بھڑک اٹھے اور پتھر لے کر مارنے کو دوڑے۔ انھوں نے لجاجت سے کہا، یہ جنگی لباس ہے تو ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ ۱۷ھ میں عیسائیوں نے حمص پر دوبارہ حملہ کیا لیکن منہ کی کھائی۔ یہ آخری معرکہ تھا جو ابوعبیدہ کو پیش آیا۔ جابیہ اور سرغ کے شہر بھی انھی کے ہاتھوں فتح ہوئے۔

۱۸ھ میں ملت اسلامیہ میں قحط پھیلا تو حضرت عمر نے تمام گورنروں کو غلہ اکٹھا کر کے مدینہ بھیجنے کا حکم دیا۔ ابوعبیدہ نے سب سے پہلے ان کی آواز پر لبیک کہا اور غلے سے لدے ہوئے ۴ ہزار اونٹ لے کر خود مدینہ پہنچے۔ سیدنا عمر نے اس غلے کو مدینہ کے نواحی قبائل میں تقسیم کرایا اور ابوعبیدہ کو ۴ ہزار درہم ادا کرنے کا حکم دیا۔ وہ یہ رقم لینا نہیں چاہتے تھے لیکن امیر المومنین کے اصرار پر لینا پڑے۔ ۱۸ھ ہی میں (ابن کثیر)، (طبری: ۱۷ھ) میں حضرت عمر تیسری بار شام پہنچے تو مہاجرین و انصار کا ایک دستہ ان کے ہم راہ تھا۔ سرغ پہنچے تو ابوعبیدہ اور دوسرے کمانڈروں یزید بن ابوسفیان اور شرحبیل بن حسنہ نے ان کا استقبال کیا اور شام میں طاعون پھیلنے کی خبر دی۔ یہ وہ وقت تھا کہ پورا خطہ خلافت اسلامیہ کے زیرنگیں آ چکا تھا۔ عمر نے اپنے رفقا سے مشورہ کیا، اکثریت نے رائے دی کہ مدینہ واپس چلے جائیں لیکن ابوعبیدہ نے کہا، کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا، ابوعبیدہ، کاش تمھارے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ تم بتاؤ! اگر تمھارے پاس کچھ اونٹ ہوں اور تم کسی ایسی وادی میں جا اترو جس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز و شاداب اور دوسرا بے آب و گیاہ۔ کیا سرسبز حصے میں جانور چرانا قضائے الٰہی کے موافق نہ ہوگا؟ عبدالرحمان بن عوف نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے، ''جب ایک شہر میں کوئی وبا پھیل جائے اور تم وہاں موجود نہ ہو تو وہاں نہ جاؤ۔ اور اگر وبا اس جگہ پھوٹے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔ ابوعبیدہ اس کے باوجود اپنی رائے پر قائم رہے تو سیدنا عمر مدینہ چلے آئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے ان کو خط لکھا، مجھے تم سے انتہائی ضروری کام آن پڑا ہے۔ اگر یہ خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے ہی چل پڑنا اور اگر دن چڑھے موصول ہو تو میری طرف سے تاکید ہے کہ روانہ ہونے کے لیے شام کا انتظار نہ کرنا۔ ابوعبیدہ نے خط پڑھتے ہی کہہ دیا، امیر المومنین اس شخص کو بچانا چاہتے ہیں جو اب بچنے والا نہیں۔ انھوں نے جواب تحریر کیا، مجھے آپ کے کام کا پتا چل گیا ہے۔ اسلامی فوج کا ایک حصہ میری کمان میں ہے، میں اپنے سپاہیوں پر آنے والی آفت سے اپنا دامن نہیں چھڑا سکتا۔ میں ان سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ میرے اور ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ آ جائے لہٰذا مجھے اپنے حکم کی تعمیل سے بری الذمہ کر دیں۔ یہ ان کی پہلی اور آخری نافرمانی تھی حالانکہ وہ ہر طرح کے حالات میں امیر المومنین کی اطاعت کر چکے تھے۔ سیدنا عمر کو جواب ملا تو رونے لگ گئے، آنسو ان کی آنکھوں سے ٹپک رہے تھے۔ ان کا گریہ دیکھ کر پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے پوچھا، کیا ابوعبیدہ رحلت کر گئے ہیں؟ سیدنا عمر نے کہا، نہیں لیکن موت ان کے قریب آ چکی ہے۔ اب انھوں نے ایک اور خط بھیجا، تم نے لوگوں کو نشیبی اور مرطوب (damp) سرزمین میں ڈال رکھا ہے۔ انھیں اونچائی والے علاقے کی طرف لے جاؤ جہاں آب و ہوا خوش گوار ہو۔ ابوعبیدہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا، لشکر لے کر یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ تب تک سیدنا ابوموسیٰ کی اہلیہ طاعون کا شکار ہو چکی تھیں۔ انھوں نے قصد سفر کیا تھا کہ ابوعبیدہ بھی اس موذی مرض کا نشانہ بن گئے۔ ابن اثیر کہتے ہیں، ابوموسیٰ اس سال شام میں نہیں بلکہ بصرہ میں تھے۔ ابوعبیدہ کی تکلیف شدید ہوئی تو کھڑے ہو کر خطبہ دیا، لوگو! یہ درد تمھارے رب کی رحمت، تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور تم سے پہلے گزرنے والے نیک لوگوں کی موت ہے۔ دم آخر یں اپنے فوجیوں کو وصیت کی، نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ و خیرات کرو، حج و عمرہ ادا کرو اور اپنے حکم رانوں سے خیر خواہی کرو۔ تمھیں دنیا ہلاکت میں ڈالنے نہ پائے۔ پھر حضرت معاذ بن جبل کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور انھیں نماز کی امامت کرنے کو کہا۔ سیدنا معاذ ہی نے تجہیز و تکفین کی۔ ان کی جائے تدفین معین طور پر معلوم نہیں۔ اہل تاریخ کے اختلاف کے مطابق ان کی آخری آرام گاہ اردن کے نواحی قصبہ فحل

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

میں، فلسطین کے قریہ بیسان میں یا رملہ سے بیت المقدس کی طرف ساڑھے تیرہ میل کی دوری پر واقع عمواس میں ہے۔ یہ وہی قصبہ ہے جہاں طاعون کی وبا پھوٹی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ کی وفات کے بعد ان کا لشکر جابیہ پہنچا تو وبا کا زور ٹوٹا اور باقی مسلمانوں کی جانیں بچ پائیں۔ ۳۶ ہزار سپاہیوں میں سے صرف ۶ ہزار زندہ رہے۔ عام روایتوں میں طاعون سے مرنے والوں کی تعداد ۲۵ ہزار بتائی جاتی ہے۔

ابوعبیدہ آخری وقت تک اپنی رائے پر قائم رہے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے کہا، اللہ عمر بن خطاب کو معاف فرمائے کہ سرغ سے واپس چلے گئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ''طاعون سے مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی تکلیف سے مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، دیوار تلے دب کر مرنے والا شہید ہے، جو عورت حالت حمل میں مر جائے شہید ہے، ذات الجنب (pleurisy) سے مرنے والی عورت شہید ہے۔'' (کنز العمال:) ابوعبیدہ بن جراح کی عمر ۵۸ برس ہوئی۔ سن وفات ۱۸ھ ۶۳۹ء ہے۔ ان کی وفات کے بعد معاذ بن جبل نے ان کی جگہ سنبھالی، وہ بھی طاعون کا شکار ہوئے تو یزید بن ابوسفیان جانشین بنے۔ یزید بھی طاعون کے ہاتھوں لقمۂ اجل بنے تو ان کے بھائی معاویہ امیر شام بن گئے۔ حضرت عمر نے ان کی تقرری کی تصدیق کر دی تو ان کی طویل گورنری کا آغاز ہوا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت ابوعبیدہ بن جراح انتظامی و فوجی ذمہ داریاں نبھانے کے ساتھ اپنے زیر اثر مسلمانوں کی تعلیم و تربیت سے ہرگز غافل نہ رہے۔ ان کی ترغیب سے بعض مفتوحہ شہروں میں درس و تدریس کے حلقے قائم ہوئے۔ یہاں صحابۂ کرام قرآن پاک کی تعلیم دیتے اور فقہی مسائل حل کرتے تھے۔ سیدنا ابوعبیدہ کی نمایاں خصوصیات تقویٰ، سادگی و انکسار، زہد و تواضع، شجاعت و ہمت، ایثار و رحم دلی اور خوش خلقی و زندہ دلی ہیں۔ وہ اطاعت الٰہی، حب رسول اور اتباع سنت میں پیش پیش تھے۔ انھوں نے اپنے زمانۂ امارت میں اسلامی مساوات، اخوت و رواداری، رعایا پروری اور خیر کوشی کا خاص خیال رکھا۔

ابوعبیدہ بن جراح اپنی فوج میں راؤنڈ (round) کرتے اور کہتے، سن رکھو! اجلے کپڑے پہننے والے بہت سے لوگ دین کے میلے ہوتے ہیں۔ سن لو! عزت نفس کا خیال کرنے والے بے شمار لوگ کل کو رسوا ہوں گے۔ پرانے گناہوں کو نئی نیکیاں کر کے ختم کر ڈالو۔ ایک بار حضرت عمر فاروق شام پہنچے تو مقامی کمانڈروں نے ان کا استقبال کیا۔ انھوں نے پوچھا میرا بھائی ابوعبیدہ کہاں ہے؟ ابوعبیدہ آئے تو عمر ان کی جائے قیام پر پہنچے۔ انھوں نے دیکھا کہ وہاں تلوار، ڈھال اور کجاوے کے علاوہ کچھ نہیں، پوچھا، تم نے کوئی اور سامان نہیں رکھا؟ ابوعبیدہ نے کہا، امیر

المومنین! اس قدر ساما ن ہی ہمیں راحت پہنچانے کے لیے کافی ہے۔حضرت عمر نے کہا، دنیا (کے مال و دولت) نے سب کو بدل ڈالا ہے مگر ابوعبیدہ! تو نہیں بدلا۔

حضرت ابوعبیدہ لمبے، دبلے، چھریرے اور روشن رو تھے۔ان کی ڈاڑھی لمبی اور ہلکی تھی، کندھے کچھ جھکے ہوئے تھے۔سر اور ڈاڑھی کے بالوں پر مہندی یا وسمہ لگاتے۔ بالوں کی دو گتیں (چوٹیاں) بنا کر رکھتے۔ عام زندگی میں نرم خو ،منکسر المزاج اور شرمیلے تھے لیکن جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو گرجتے ہوئے شیر بن جاتے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی زوجہ ہند بنت جابر سے ان کے دو بیٹے یزید اور عمیر پیدا ہوئے۔ آگے ان کے بیٹے بے اولاد رہے اس لیے ان کی نسل منقطع ہو گئی۔

سیدہ عائشہ سے سوال کیا گیا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود خلیفہ مقرر فرماتے تو کون ہوتا؟ انھوں نے کہا، سیدنا ابوبکر۔ پوچھا گیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کون ہو سکتا تھا؟ فرمایا، عمر۔ پھر سوال ہوا، عمر کے بعد کس کی باری آتی؟ تو حضرت عائشہ نے جواب دیا، ابوعبیدہ بن جراح۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''ابوبکر اچھے آدمی ہیں، عمر عمدہ آدمی ہیں، ابوعبیدہ بن جراح اچھے آدمی ہیں، اسید بن حضیر عمدہ شخص ہیں، ثابت بن قیس اچھے آدمی ہیں، معاذ بن جبل اچھے انسان ہیں، معاذ بن عمرو بن جموح اچھے آدمی ہیں۔'' ایک بار حضرت عمر بن خطاب نے (جو کسی حویلی میں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے، باتوں باتوں میں) اہل مجلس سے کہا، اپنی اپنی آرزوئیں بیان کرو۔ ایک شخص نے کہا، میری تمنا ہے، یہ گھر درہموں سے بھرا ہو اور میں ان سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ دوسرے نے کہا، میرا دل چاہتا ہے، یہ مکان سونے سے معمور ہو اور میں سارا سونا اللہ کی راہ میں لٹا دوں۔ ان کے اصرار پر تیسرے مسلمان نے اپنی یہ آرزو بتائی، یہ حویلی جواہرات سے لب ریز ہو اور میں انھیں راہ خدا میں انفاق کر دوں۔ سیدنا عمر نے تب بھی کہا، اپنی تمنائیں بتاؤ تو حاضرین نے کہا، یہ خواہشات رکھنے کے بعد ہم کیا تمنا کریں گے؟ اب انھوں نے خود اپنی دلی خواہش کا اظہار اس طرح کیا، میں تمنا کرتا ہوں، یہ گھر ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو اور میں ان کو اطاعت الٰہی کی تکمیل کرنے کے لیے عامل مقرر کر دوں۔ سیدنا عمر نے اپنی وفات سے قبل کہا، اگر ابوعبیدہ بن جراح زندہ ہوتے تو کوئی مشورہ کیے بغیر میں انھیں اپنا جانشین مقرر کر دیتا۔ اگر میرا رب مجھ سے باز پرس کرتا تو کہتا، میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، ''یہ (ابوعبیدہ) اس امت کے امین ہیں۔'' خلیفۂ ثانی نے ایک بار ۴۰۰ سو دینار تھیلی میں ڈال کر اپنے غلام کو دیے اور کہا، ابوعبیدہ کے پاس لے جاؤ اور کچھ دیر ٹھہر کر دیکھنا، وہ اس رقم کا کیا کرتے ہیں؟ ابوعبیدہ نے اسی وقت اپنی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

باندی کو بلایا اور پان سات کر کے سب دینار تقسیم کرا دیے۔ پھر حضرت عمر نے اتنی ہی رقم معاذ بن جبل کی طرف بھیجی۔ انھوں نے بھی اپنی کنیز کو بلا کر کہا، جاؤ! اتنی اتنی رقم فلاں فلاں کو دے آؤ۔ اتنی دیر میں ان کی اہلیہ بولیں، بخدا! ہم بھی مسکین ہیں، کچھ ہم کو بھی دے دو۔ ۲ دینار بچے تھے، انھوں نے ان کو تھما دیے۔ سیدنا عمر بہت خوش ہوئے اور کہا، یہ سب بھائی بند ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور ابوعبیدہ بن جراح دونوں کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ قریش کے زیرک ترین آدمی ہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں، قریش کے تین اشخاص بہت خوب صورت، بہترین اخلاق والے اور انتہائی حیادار ہیں۔ اگر تم سے بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں اور اگر تم ان سے گفت گو کرو تو تمھیں نہ جھٹلائیں۔ یہ ابوبکر، عثمان اور ابوعبیدہ ہیں۔

سیدنا ابوعبیدہ نے حدیث براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یا حضرت عمر سے روایت کی۔ حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام اسلم، جابر بن عبداللہ، سمرہ بن جندب، ابوامامہ باہلی، عبداللہ بن سراقہ، عبدالرحمان بن غنم، عرباض بن ساریہ، عیاض بن غُطیف، غُضیف بن حارث، قیس بن ابی حازم، میسرہ بن مسروق، ناشرہ بن سمی اور ابوثعلبہ خشنی نے ان سے روایت کی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویہ (**ابن ہشام**)، الطبقات الکبری (**ابن سعد**)، التاریخ الصغیر (**امام بخاری**)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (**ابن عبدالبر**)، الکامل فی التاریخ (**ابن اثیر**)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (**مزی**)، البدایہ والنہایہ (**ابن کثیر**)، تاریخ الاسلام (**ذہبی**)، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (**ابن حجر**)، صور من حیاۃ الصحابہ (**عبدالرحمان رافت پاشا**)، محمد رسول اللّٰہ (**محمد رضا**)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ: سعید انصاری)